بحث ونظر

کفاءت کی شرعی حیثیت

(۱)

———— مولانا ولی اللہ مجید قاسمی

دو اجنبی مرد وعورت کے درمیان ایک حسین عہدِ رفاقت ، ایک پاکیزہ پیمان وفا اور اس سے بڑھ کر ایک مقدس رشتۂ اتحاد کا نام نکاح ہے ، ان اجنبیوں کے درمیان ذہنی اور قلبی ہم آہنگی ہو تو یہ ملاپ بڑا خوشگوار اور پائیدار ہوتا ہے ۔ نفرت بھری دنیا میں خلوص ، محبّت ، سکون اور اطمینان کا جزیرہ ثابت ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر ہنستا اور مسکراتا ہوا گھر جہنم بن جاتا ہے ۔ اس لیے اس بات کی بڑی اہمیت ہے کہ نکاح سے پہلے ہی ایک دوسرے کے متعلق مکمل معلومات حاصل کر لی جائیں ، چال چلن ، عادت و اطوار اور سیرت و کردار کے سلسلے میں اطمینان کر لیا جائے ۔

مرد وعورت کے درمیان ہم آہنگی اور عقدِ نکاح کی پائیداری کے لیے فقہی کتابوں میں متعدد چیزوں میں مرد وعورت کے درمیان برابری کی شرط لگائی گئی ہے ، جسے شریعت کی زبان میں کفاءت کہا جاتا ہے ، یہ لفظ ک ، ف ، ء سے بنایا گیا ہے اور برابر اور ہم مثل ہونے کا معنی دیتا ہے ، چنانچہ قرآن حکیم میں ہے :

وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ (الاخلاص: ۴) اور اللہ کا کوئی ہم سر (برابر) نہیں ہے

نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے :

المسلمون تتکافأ دماؤھم[۱] تمام مسلمانوں کا خون برابر ہے

اور دربارِ رسالت کے مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابت کا ایک شعر ہے ۔

وروح القدس لیس لہ اکفاء — اور روح القدس کی طرح کوئی نہیں ہے ۔

فقہی اصطلاح میں کفارت یہ ہے کہ مرد مذہب، دینداری، نسب اور پیشہ وغیرہ کے اعتبار سے عورت کے برابر یا اس سے بڑھ کر ہو، البتہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ عورت مرد سے کم تر ہو۔

امورِ کفارت

تمام علماء کا اتفاق ہے کہ مذہب کے اعتبار سے مرد کا عورت کے برابر ہونا ضروری ہے، لہٰذا کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر سے درست نہیں ہے چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى	اور کافر عورتوں سے نکاح نہ کرو
يُؤْمِنَّ ۚ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ	جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور
مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ ۚ	مسلمان باندی کافرہ عورت سے بہتر ہے،
وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا ۚ	گرچہ وہ تم کو اچھی معلوم ہو اور اپنی عورتوں
وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ	کو کافر مردوں کے نکاح میں نہ دو جب
مُّشْرِكٍ وَّلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۗ	تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان
(البقرہ : ۲۲۱)	غلام کافر سے بہتر ہے گو وہ کافر تم کو اچھا

معلوم ہو۔

مذہب کے علاوہ کفارت اور کن امور میں ہو اس سلسلہ میں اختلاف ہے، بعض فقہاء کفارت کے لیے کچھ چیزوں کو ضروری قرار دیتے ہیں، اور دوسرے علماء انھیں غیر ضروری سمجھتے ہیں، عام طور پر آٹھ چیزیں کفارت میں زیرِ بحث رہی ہیں۔ دینداری[۱]۔ نسب[۲] اور خاندان، پیشہ[۳]، خاندانی اسلام[۴] یا قدیم الاسلام ہونا، مالداری[۵]، جسمانی عیوب سے پاک[۶] ہونا، آزادی[۷] اور وجاہت[۸]۔

۱۔ دین داری

رشتۂ نکاح کی پائیداری اور خوشگواری میں کلیدی کردار ادا کرنے والی چیز دین داری ہے، یہی چیز ہے جو اس نازک ترین بندھن کو استحکام دیتی ہے، زندگی کے سمندر میں کشتی چلانے کے لیے مضبوط پتوار ہے، اگر یہی ہاتھ میں نہ ہو تو پھر ساحل کی تمنا خواب و خیال

ہے، کشتی کسی بھنور میں جاکر پھنس جائے گی اور طوفان کے تھپیڑے جینا محال کر دیں گے اسی کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اذا خطب الیکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوّجوہ الّا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد قالوا یارسول اللہ وان کان فیہ قال اذا جاءکم من ترضون دینہ و خلقہ فانکحوہ ثلاث مرّات [۲]	جب تمہارے پاس کسی ایسے شخص کا پیغام آئے جس کی دینی اور اخلاقی حالت بہتر ہے تو اس کے پیغام کو منظور کرلو، ایسا نہ کرو گے تو روئے زمین پر فتنہ وفساد برپا ہو جائے گا۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! یعنی گرچہ اس میں کچھ ہو (یعنی وہ خاندانی اور مالی اعتبار سے کم تر ہو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کے دین واخلاق سے راضی ہو تو شادی کردو، یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فتنہ وفساد کا ذکر فرمایا ہے، محتاجِ بیان نہیں ہے، ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے کہ دین داری کو نظر انداز کرکے دولت و ثروت، مال وجمال، حسب ونسب اور خاندان کو معیار بنانے کا کیا نتیجہ ظاہر ہو رہا ہے؟ کتنی برائیاں پھیل رہی ہیں؛ کتنے فتنے جنم لے رہے ہیں؛ اس معیار کی تلاش میں کتنے لڑکے لڑکیاں سسک سسک کر زندگی گذارنے پر مجبور ہیں؛ اس خود تراشیدہ بت پر نہ جانے کتنی جوانیاں بھینٹ چڑھ چکی ہیں؛ اس کی وجہ سے کتنے سماجی مسائل ومشکلات پیدا ہو رہے ہیں؛ بے سمتی، بے راہ روی اور بدکرداری کے کتنے واقعات ہو رہے ہیں؛ یہی وہ فساد ہے جس کی طرف مذکورہ بالا حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

لا تزوّجوا النساء لحسنهن فعسى حسنهن ان يرديهن، ولا تزوجوهن لاموالهن	عورتوں کے حسن وجمال کی بنیاد پر نکاح نہ کرو، ہوسکتا ہے کہ ان کا حسن وجمال انھیں خرابی کی راہ پر ڈال دے

فعسی اموالهن ان تطغیهن، ولکن تزوجوهن علی الدین و لَاَمَۃٌ سوداء ذات دین افضل[۱]

اور نہ ہی مال و دولت کی وجہ سے شادی کرو کہ ہو سکتا ہے کہ ان کا مال انھیں سرکش بنا دے، بلکہ دین کی بنیاد پر نکاح کرو، کالی کلوٹی دیندار باندی (خوبصورت، مال دار بددین عورت سے) بہتر ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

تُنکح المرأۃ لاربعٍ لمالها ولحسبها ولجمالها ولدینها، فاظفر بذات الدین تربت یداک[۲]

نکاح چار چیزوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے، مال، حسب، خوبصورتی، دینداری۔ تم دینداری کو ترجیح دے کر کامیابی حاصل کرو۔ (اگر تم ایسا نہ کرو) تو تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں، (تم ناکام و نامراد رہو)[۵]

محدثین لکھتے ہیں کہ آنحضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ لوگ شادی بیاہ میں عام طور پر ان ہی چار چیزوں میں سے کسی ایک کو دیکھتے ہیں اور اسی بنیاد پر رشتے طے کیے جاتے ہیں لیکن ایک مومن اور مسلم کے لیے مناسب ہے کہ ان میں سے آخری چیز یعنی دینداری کو پیش نظر رکھے کہ اسی میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے، عورت دیندار ہو تو پھر شوہر کو اس کی عصمت و عفت کی طرف سے اطمینان ہوگا، بے اطمینانی کی فضا نہ ہوگی، شک و شبہ کی کیفیت پیدا نہ ہوگی، نیز بچوں پر بھی اچھا اثر پڑے گا، ان کی تعلیم و تربیت، ذہن سازی میں اچھا کردار ادا کرے گی اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو انسان ان تمام دینی اور اخلاقی فوائد سے محروم ہوگا۔ اس کے لیے گرد و پیش کے ماحول پر ایک نظر ڈال لینی کافی ہے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ ایمان دار بیوی کو اپنائے کیونکہ وہ امورِ آخرت میں مددگار ہوتی ہے۔" لیتخذ احدکم زوجۃ مومنۃ تعین احدکم الی امر الآخرۃ[۶]

دین داری میں کفارت کے متعلق اکثر فقہاء کا اتفاق ہے، بلکہ امام مالک اور امام شافعی و احمد سے منقول ایک روایت کے مطابق کفارت صرف دین داری میں ہے[۷]۔

لہٰذا دین دار، نماز روزے کی پابند عورت کسی شرابی، جواری، فاسق وفاجر مرد کا کفو نہیں ہوسکتی ہے لیکن علامہ ابن حزم کے نزدیک محض مومن ومسلم ہونا کافی ہے۔ دین داری کفارت کے شرط نہیں، چنانچہ وہ کہتے ہیں :۔

والفاسق الذی بلغ غایة	فاسق مسلمان گرچہ وہ انتہا درجہ کا فاسق
من الفسق المسلم مالم یکن	ہو بشرطیکہ بدکار نہ ہو تو وہ فضل وتقویٰ
زانیا کفوا للمسلمة الفاضلة[۸]	والی عورت کا کفو ہوسکتا ہے۔

امام محمد بھی اس خیال سے متفق ہیں، کیونکہ دین داری کا تعلق آخرت سے ہے اور نکاح دنیاوی معاملہ ہے، لہٰذا اس کے لیے دین داری میں برابری کا اعتبار نہیں[۹] لیکن ان کے نزدیک بھی مرد کا کھلا ہوا فسق ایک دین دار عورت کا کفو ہونے میں مانع ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

الا اذا کان یصفع ویسخر	لیکن اگر اس کا مذاق اڑایا جاتا ہو نشے
منه او یخرج الی الاسواق	کے عالم میں بازار چلا جاتا ہو اور بچے اس
سکران ویلعب به الصبیان[۱۰]	سے کھیلتے ہوں تو وہ دین دار عورت کا کفو نہیں

دین داری میں کفارت کے سلسلہ میں صرف لڑکی کی دین داری کا اعتبار ہے یا اس کے والدین اور گھرانے کو بھی دیکھا جائے گا؟ اس سلسلہ میں علامہ ابن نجیم مصری کا خیال ہے کہ عورت یا اس کا باپ دونوں میں سے کوئی ایک دیندار ہو تو فاسق اس کا کفو نہیں ہوسکتا لیکن علامہ ابن عابدین شامی نے تفصیلی بحث کے بعد لکھا ہے کہ کفارت میں اصل اعتبار دونوں کی حالت کا ہے، جن لوگوں نے صرف ایک کی حالت کا اعتبار کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر باپ دین دار ہو تو سمجھا جاتا ہے کہ بیٹی بھی نیک اور صالح ہوگی اور بیٹی پرہیزگار ہو تو گویا اس بات کی دلیل ہے کہ گھرانا بھی دین دار ہے، لیکن حقیقت کے اعتبار سے ایسا نہ ہو یعنی باپ کی دین داری کی بیٹی پر کوئی چھاپ نہیں ہے تو فاسق اس کا کفو ہوسکتا ہے لان مایلحقه من العار ببنته اکبر من العار بصهره، ایسے ہی کسی دین دار لڑکی نے خود کو کسی فاسق کی زوجیت میں دے دیا تو فاسق باپ کو اعتراض کا حق نہ ہوگا لانه مثله وهی قد رضیت به[۱۱]۔

دین داری کی طرح صحیح عقیدہ کا بھی کفارت میں اعتبار ہے، لہٰذا کوئی بدعقیدہ مرد کسی صحیح العقیدہ عورت کا کفو نہیں ہوسکتا ہے، چنانچہ امام نووی شافعیؒ لکھتے ہیں:۔

و اذا لم یکن الفاسق کفوا	جب فاسق پاک دامن عورت کا کفو

للعفیفة فالمبتدع أولیٰ ان لا	نہیں ہوسکتا ہے تو بدعتی تو بدرجہ اولیٰ
یکون کفواً[۱۳]	کفو نہیں ہوگا۔

اور ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:۔

"رہا بدعتی تو امام احمد نے جہمیوں کے متعلق کہا ہے کہ کوئی اپنی لڑکی کی شادی ان میں کردیتا ہے تو تفریق کرادی جائے گی..... انھوں نے کہا کہ ان کی لڑکی کا رشتہ کسی "حروری" جو دین کے دائرے سے نکل چکا ہے اور کسی رافضی اور قدری سے نہ کیا جائے، البتہ اگر یہ اپنے مذہب کی طرف دعوت نہ دیتا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور قاضی کا خیال ہے کہ ان گمراہ فرقوں کے نسلی اور تقلیدی پیروکاروں سے نکاح درست ہے اور جو ان میں مبتدع ہوں ان سے درست نہیں"[۱۴]

یہ حقیقت ہے کہ کسی دین دار اور صحیح العقیدہ لڑکی کی شادی بددین اور بدعقیدہ گھرانے میں کرنا بڑی خرابیوں کا پیش خیمہ ہے، یہ لڑکی پر ظلم ہے ہی، شرعی اور دینی اعتبار سے بھی تباہ کن ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا بطورِ خاص خیال رکھنا چاہیے، جن فقہا نے دین داری کے علاوہ اور چیزوں کا بھی کفارت میں اعتبار کیا ہے ان کے نزدیک بھی اصل اہمیت اسی کی ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کے ترجمان علامہ کاسانی لکھتے ہیں:۔

وعندنا الافضل اعتبار	ہمارے نزدیک افضل یہ ہے کہ
الدین والاقتصار	دین داری کا اعتبار کیا جائے اور اسی پر
علیہ[۱۵]	اکتفا کیا جائے۔

لیکن اسے کیا کہا جائے کہ آج مسلمانوں میں یہی چیز سب سے زیادہ غیر اہم ہے، رشتۂ نکاح طے کرتے ہوئے نہ دیکھنے اور پرکھنے کی کوئی چیز ہے تو یہی دین داری۔

۲۔ نسب اور خاندان

حضرت عمرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، پانچویں خلیفۂ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ، مشہور اور جلیل القدر تابعی محمد بن سیرینؒ، حسن بصریؒ، ابن عونؒ، حماد بن ابی سلیمانؒ، امام مالکؒ[۱۶]، بویطیؒ کے نقل کے مطابق امام شافعیؒ[۱۷] ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ امام کرخی حنفیؒ، اور ابوبکر جصاص

رازی حنفیؒ کے نزدیک دین داری کے علاوہ کسی اور چیز میں کفاءت اور برابری کا اعتبار نہیں ہے، ابن حزم ظاہری کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے لیکن ان کے یہاں محض اسلام کافی ہے۔ دین داری شرط نہیں۔[۲۰]

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نسب اور خاندان کے اعتبار سے بھی مرد کا عورت کے برابر یا اس سے برتر ہونا ضروری ہے، امام شافعیؒ کا مشہور قول بھی یہی ہے، امام احمدؒ سے بھی ایک روایت اسی کے مطابق منقول ہے۔

کفاءت فی النسب کے قائلین کے دلائل

جو حضرات نسب وغیرہ میں کفاءت کے قائل ہیں ان کے پیش نظر یہ دلائل ہیں۔

۱۔ ارشادِ ربانی ہے۔

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ: ۲۳۲)	پھر جب وہ عورتیں عدت بھی پوری کر چکیں) تو تم ان کو اس امر سے نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کریں جبکہ باہم سب رضامند ہوں قاعدہ کے مطابق (ترجمہ تھانویؒ)

علامہ ابن العربی مالکیؒ نے اس آیت میں وارد لفظ "معروف" کے متعلق لکھا ہے کہ:

"اس سے مراد کفاءت ہے... کیونکہ آیت نازل ہوئی ہے ایسی شوہر دیدہ عورت کے متعلق جو اپنے معاملہ کی مالک تھی تو اس سے معلوم ہوا کہ معروف سے مراد کفاءت ہے، اور اس سے سرپرستوں کا ایک عظیم حق متعلق ہے، کیونکہ کفاءت کا اعتبار نہ کرنا انھیں ننگ و عار میں مبتلا کرنا ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے[۲۱]

۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

ان اللہ اصطفی کنانۃ من ولد اسماعیل، واصطفی من بنی کنانۃ قریشا، واصطفی من	اللہ تعالیٰ نے اسماعیلؑ کی اولاد میں سے "کنانہ" کو منتخب کیا اور کنانہ کی اولاد سے قریش کو چنا، اور قریش میں سے

قریش بنی ھاشم، واصطفانی من بنی ھاشم[۲۲]	بنی ہاشم کا انتخاب فرمایا اور بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں میں سے ایک کو دوسرے پر نسبی اعتبار سے فضیلت اور برتری حاصل ہے اور شریعت میں اس کا اعتبار کیا گیا ہے (اگر شرف نسب کوئی چیز نہ ہوتا تو حضور اقدسؐ اپنے فضائل میں اس کو کیوں بیان فرماتے)[۲۳]

۳۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ثلاث لا توخرالصلوٰۃ اذا اتت، والجنازۃ اذا حضرت، والایم اذا وجدت لہا کفوا[۲۴]	تین چیزوں میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، جب نماز کا وقت ہو جائے، جب جنازہ سامنے ہو، غیر شادی شدہ لڑکی کے لیے کفو میں رشتہ مل جائے۔

اس حدیث سے متعلق امام ترمذیؒ کا خیال ہے کہ اس کی سند متصل نہیں[۲۵] کیونکہ عمر بن علی کا اپنے والد علی بن ابی طالبؓ سے سماع ثابت نہیں، لیکن مشہور ناقدِ حدیث ابوحاتم کو اس سے اتفاق نہیں، وہ کہتے ہیں کہ سماع ثابت ہے، بعض لوگوں نے حدیث کے ایک راوی سعید بن عبداللہ پر کلام کیا ہے، تاہم ابن حبان نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے[۲۶] اسی لیے حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، امام ذہبی نے بھی اس کی تائید کی ہے اور امام سیوطی نے حسن کہا ہے[۲۷] البتہ حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے[۲۸]

۴۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

تخیّروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء وانکحوا الیہم	اپنے نطفہ کے لیے بہترین رشتہ کا انتخاب کرو اور کفو میں شادی بیاہ کا تعلق رکھو۔

اس حدیث کو ابن ماجہ اور بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے[۲۹] علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مدار ضعیف راویوں پر ہے لیکن حدیث حسن ہے[۳۰] علامہ بغوی کا بھی یہی خیال ہے[۳۱] سیوطی نے بھی اس کی تصحیح کی ہے[۳۲] امام نووی نے کہا ہے کہ حدیث کی ہر سند پر کلام ہے لیکن متعدد سندوں کی وجہ

سے حدیث قوی ہو جاتی ہے[۳۳]۔ البانی نے بھی حدیث کو حسن قرار دیا ہے[۳۴]۔
لیکن علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کی تمام سندوں پر تفصیلی کلام کے بعد لکھا ہے کہ حدیث لائقِ قبول نہیں ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت عائشہ سے چار سندوں سے مروی ہے۔ پہلی سند میں ایک راوی حارث بن عمران ہے جس کے متعلق دارقطنی نے کہا کہ ضعیف ہے، ابن حبان فرماتے ہیں کہ یہ شخص "ثقہ" لوگوں کی طرف نسبت کرکے حدیث گھڑا کرتا تھا۔ دوسری سند میں ایک راوی صالح بن موسیٰ ہے جس کے متعلق امام نسائی نے کہا کہ "متروک الحدیث" ہے، مشہور ناقدِ حدیث یحییٰ کا خیال ہے کہ اس کی حدیث کچھ بھی نہیں ہے، تیسری سند کے ایک راوی ابوامیہ بن یعلی کے متعلق یحییٰ کا بیان ہے کہ وہ "متروک الحدیث" ہے اس کی حدیث کچھ بھی نہیں، چوتھی سند کے ایک راوی عیسیٰ بن میمون کے بارے میں ابن حبان کہتے ہیں کہ منکر الحدیث ہے، اس کی روایت قابلِ استدلال نہیں ہے، یہ حدیث مرسلاً بھی منقول ہے، یعنی حضرت عروہ براہِ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، حالانکہ وہ صحابی نہیں ہیں۔ اس سند سے یہ حدیث درستگی کے قریب ہے" وھو اشبہ بالصواب" ابن ابی حاتم نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد کہا کہ اس کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے، حارث بن عمران نے اس کی روایت کی ہے، یہ شخص واہی تباہی روایت کرنے والا اور ضعیف ہے، اس لیے یہ حدیث قابلِ ترک ہے[۳۵]۔

۵۔ لا تنکحوا النساء الا الاکفاء،	کفو ہی میں عورتوں کی شادی کرو اور
ولا یزوّجن الا الاولیاء، ولا	سرپرست ہی ان کا رشتہ طے کریں اور
مھر دون عشرۃ دراھم[۳۶]	دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔

یہ حدیث حضرت جابر بن عبداللہ کے واسطے سے مروی ہے لیکن اس کے ایک راوی مبشر بن عبید پر محدثین نے بڑی سخت جرحیں کی ہیں، چنانچہ امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ اس کی حدیثیں من گھڑت اور جھوٹی ہیں۔ ابن عدی فرماتے ہیں کہ پکا جھوٹا ہے، حدیث گھڑا کرتا تھا (کذاب یضع الحدیث) امام بخاری نے کہا کہ "منکر الحدیث" ہے، ابن حبان فرماتے ہیں کہ یہ شخص ثقہ لوگوں کی طرف نسبت کرکے موضوع اور من گھڑت حدیث بیان کرتا تھا، اس کی احادیث کو لکھنا جائز نہیں ہے، مگر یہ کہ اظہار تعجب کے لیے ہو، دارقطنی نے کہا کہ یہ شخص متروک الحدیث ہے، اس کی احادیث کا کوئی متابع نہیں ہے[۳۷]۔ انہی جرحوں

کی وجہ سے علامہ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس کی سند بالکل کمزور ہے[۳۸]

حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

العرب بعضھم اکفاء بعض	عرب آپس میں ایک دوسرے
والموالی بعضھم اکفاء	کے کفو ہیں اور ایسے ہی غیر عرب
بعض[۳۹]	آپس میں کفو ہیں۔

یہ حدیث دو وجہوں سے ضعیف ہے، ایک یہ کہ سلیمان ابن ابی جون مجہول راوی ہے، کچھ اتا پتا نہیں کہ یہ کون ہے، دوسری خرابی یہ ہے کہ خالد بن معدان کا سماع حضرت معاذ بن جبلؓ سے ثابت نہیں، لہٰذا حدیث منقطع بھی ہے[۴۰]

۷۔ "حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ میں "حسب" والی عورتوں کو کفو کے سوا کسی اور سے نکاح کرنے سے روک دوں گا۔[۴۱]

عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، بیہقی اور دارقطنی وغیرہ نے یہ حدیث روایت کی ہے، اور دارقطنی نے یہ وضاحت کردی ہے کہ حدیث کی سند منقطع ہے، کیونکہ حضرت عمرؓ سے روایت کرنے والے ابراہیم بن محمد نے ان کا زمانہ نہیں پایا ہے، گویا کہ درمیان کی کڑی غائب ہے[۴۲]

اس روایت میں "حسب" سے مراد نسب ہے، "حساب" بمعنی شمار کرنا۔ سے ماخوذ ہے، چونکہ عرب تفاخر کے وقت نسبی خوبیوں کو گنایا کرتے تھے اس لیے نسب کو "حسب" بھی کہا جانے لگا، بعض احادیث میں مال کو حسب کہا گیا ہے" الحسب المال[۴۳]" تو اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ اصل مفہوم ہی کے اعتبار سے مال کو حسب کہا جاتا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جن لوگوں کو نسبی شرف حاصل نہیں ہے ان کے لیے مال ہی نسب بن جاتا ہے، مالداری شرافتِ نسبی کی کمی کو پورا کر دیتی ہے، انہ حسب من لا حسب له، تیقوم النسب الشریف لصاحبه المال لمن لا نسب له[۴۴] یا یہ کہ دنیا والوں کی نگاہ میں اصل اہمیت مال کی ہے، ان کی نظر میں مال ہی معیارِ شرافت ہے، مال ہی نسب و خاندان کے قائم مقام ہے، مالدار عزیز ہے چاہے اس کے اعمال و اخلاق کیسے ہوں نادار ذلیل ہے گرچہ وہ متقی اور پرہیز گار ہی کیوں نہ ہو[۴۵] غرض یہ کہ اصل معنی کے اعتبار سے حسب نسب کے لیے آتا ہے۔

ایک موقع پر حضرت سلمان فارسیؓ نے فرمایا تھا:۔

نفضّلكم يا معشر العرب لتفضيل رسول الله صلى الله عليه وسلم ايّاكم لا ننكح نساءكم ولا نؤمّكم	عرب کے لوگو! ہم تمہیں افضل سمجھتے ہیں کیونکہ اللہ کے رسولؐ نے تمہیں افضل قرار دیا ہے، ہم نہ تو تمہاری عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں اور نہ تمہاری امامت کر سکتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو "بزار" کے حوالے سے لکھا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند جید ہے[۳۶]؎ عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے اور بیہقی نے لکھا ہے کہ حضرت سلمان کے قول کی حیثیت سے یہ روایت محفوظ ہے۔[۳۷]؎

۹۔ غیر برادری اور غیر کفو میں نکاح کا پائیدار اور خوشگوار رہنا مشکل ہے، کیونکہ نسب وغیرہ کی برتری ایک فخریہ چیز ہے، لوگ اس پر فخر کرتے ہیں اور کم تر نسب وغیرہ کو باعثِ ننگ و عار سمجھا جاتا ہے، کوئی عورت اپنے سے کم تر درجے کے مرد کی ماتحتی کو پسند نہیں کرتی ہے۔ ایسے ہی سرپرست بھی اسے انگیز کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے ہیں، کوئی عورت غیر برادری میں شادی کر لے تو وہ ان کے ماتھے کا کلنک بن جاتا ہے، اور یہ چیز انسانی فطرت میں اس طرح رچ بس گئی ہے کہ اسے ختم کرنا دشوار ہے۔

اور ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے مقاصدِ نکاح پر بڑا خراب اثر پڑے گا، باہمی الفت و محبت، خلوص و یگانگت کی وہ فضا قائم نہ ہو سکے گی جو نکاح سے مطلوب ہے، بلکہ اس رشتہ کا برقرار رہنا ہی مشکل ہے۔[۳۸]؎

۱۰۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابیات کو غیر عرب سے شادی کرنے کا حکم دینے یا صحابہ کرام کے غیر عرب میں اپنی لڑکیوں کا نکاح کرنے سے مسئلہ کفاءت کی نفی نہیں ہوتی ہے کیونکہ کفاءت کا اعتبار کرنا کوئی لازمی اور ضروری نہیں ہے، نکاح کی صحت اور جواز اس پر موقوف نہیں، بلکہ یہ عورت اور اولیاء کا حق ہے، اگر وہ خود ہی راضی ہوں اور اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں تو کوئی قباحت نہیں، اور ظاہر ہے کہ آنحضورؐ کے حکم کے بعد کون رضامند نہیں ہوگا؟ ابن حجر عسقلانیؒ اس جواب کے متعلق کہتے ہیں کہ صحیح جواب ہے اگر نسبی کفاءت

کی بنیاد ثابت ہو جائے وھو جواب صحیح ان ثبت اصل الکفاءۃ فی النسب[۴۹]

مانعین کے دلائل

کفارت کی پوری عمارت نسلی برتری، پیشہ وارانہ تفوّق اور فخر پر قائم ہے، چنانچہ ہر مسلک کی فقہی کتابوں میں اس طرح کی عبارتیں ملتی ہیں:

(الف) الکفاءۃ تعتبر فی النسب لانہ یقع بہ التفاخر

(ب) لانّ التفاخر فیما بین الموالی بالاسلام

(ج) لانّھم یتفاخرون بالغنی ویتعیّرون بالفقر

(د) انّ الناس یتفاخرون بشرف الحرف ویتعیّرون بدناءتہا[۵۰]

(ھ) لأنّ ذالک معدود نقصاً فی عرف الناس ویتفاضلون فیہ کتفاضلھم فی النسب[۵۱]

(و) فانّ مفاخر الآباء ومثالبھم ھی التی یدور علیہا امر نسب[۵۲]

حالانکہ اسلام کی پوری عمارت "مساوات، برابری" پر قائم ہے، وہ نسلی برتری کو شہ دینے کے بجائے مٹانے کی کوشش کرتا ہے وہ اونچ نیچ اور ذات پات کی مخالفت اور مذمّت کرتا ہے، یہاں کسی کو نسب اور پیشہ وغیرہ کی بنیاد پر ذلیل اور کم تر سمجھنے کی گنجائش نہیں ہے، سب ایک باپ ماں کی اولاد ہیں، ان میں کوئی برتر اور کم تر نہیں ہے، قرآن کا یہی درس ہے، یہی پیغام نبوت ہے اور صحابہ کی زندگیوں میں اسی کا عکس ملتا ہے۔

ارشادِ ربّانی

خالق کائنات کا ارشاد ہے:

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ	لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت
مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ	سے پیدا کیا اور پھر مختلف خاندانوں
شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا،	اور قبیلوں میں بانٹ دیا تاکہ ایک دوسرے
اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ	کو پہچان سکو، بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم

اللہِ اَتْقَاکُمْ ؕ	میں وہی زیادہ معزز ہے جو صاحبِ تقویٰ
(الحجرات: ۱۳)	اور پرہیزگار ہو۔

یعنی انسانوں کے درمیان خاندانی اور قبائلی تقسیم کی وجہ محض "تعارف" ہے، تفاضل نہیں ہے۔ اللہ کی نگاہ میں نسبی اعتبار سے کوئی ادنیٰ اور اعلیٰ نہیں ہے بلکہ سب برابر ہیں کیونکہ تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، کسی کو برتری حاصل ہوگی تو محض تقویٰ اور خوفِ خداوندی کی وجہ سے، اس کے علاوہ کوئی چیز باعثِ فوقیت نہیں ہے۔

یہ آیت نسبی کفارت کی بنیاد ہی کو منہدم کردیتی ہے کیونکہ نسبی اونچ نیچ کی تردید ہی کے لیے یہ آیت نازل ہوئی ہے چنانچہ امام زہریؒ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ بنو بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ ابوہند سے نکاح کا تعلق قائم کریں (واضح رہے کہ ابوہند آزاد کردہ غلام تھے اور سینگی لگانے کا کام کرتے تھے) تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنی بیٹیوں کو غلاموں کے نکاح میں دے دیں (نزوج بناتنا موالینا)[۵۲]

۲۔ حضرت زینبؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن اور قریش کے اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپؐ نے ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہؓ سے کرنا چاہا جو بظاہر داغِ غلامی اٹھا کر آزاد ہوئے تھے، لیکن نسبی تفریق کی وجہ سے وہ اور ان کے بھائی اس رشتہ کے لیے آمادہ نہ تھے چنانچہ حضرت زینبؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دکھ بھرے لہجے میں کہا: تزوج ابن عمتك مولاك[۵۳] (آپ اپنی پھوپھی زاد بہن کا رشتہ آزاد کردہ غلام سے کرنا چاہتے ہیں) لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور تھا کہ اس طرح کے موہوم امتیازات و تفریقات نکاح کی راہ میں حائل نہ ہوں، اس لیے آپؐ نے پرزور انداز میں اس رشتہ کو قبول کرنے کا حکم دیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ	کسی ایمان دار مرد اور عورت کے
اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا	لیے اللہ اور اس کے رسول کا حکم آجانے
اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ	کے بعد کوئی اختیار نہیں رہ جاتا ہے
اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی
فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (احزاب: ۳۶)	بات نہ مانے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں جا پڑا۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فی ھذہ الآیۃ دلیل بل نص	اس آیت میں دلیل بلکہ صراحت ہے
فی ان الکفارۃ لا تعتبر فی الانساب	کہ نسب میں کفارت کا اعتبار نہیں ہے
وانما تعتبر فی الادیان[۵۵]	بلکہ صرف دین داری میں کفارت معتبر ہے۔

۳۔ نکاح میں نسبی کفارت کے معتبر نہ ہونے پر امام بخاری نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

وَھُوَ الَّذِی خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ	اور وہی ہے جس نے پانی سے ایک
بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِھْرًا	بشر پیدا کیا۔ پھر اس سے نسب اور سسرال
وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا	کے دو الگ سلسلے چلائے تیرا رب بڑا
(الفرقان: ۵۴)	ہی قدرت والا ہے۔

بعض لوگوں نے نسبی کفارت کے غیر معتبر ہونے پر قرآن حکیم کی درج ذیل آیتوں سے بھی استدلال کیا ہے۔

۴۔ اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ	مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں
بَعْضُھُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ (التوبہ: ۷۱)	ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔
۵۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (الحجرات: ۱۰)	تمام مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد اور آپس میں بھائی بھائی ہیں، نسبی اونچ نیچ کی بنیاد ہی منہدم ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس تفریق کو ختم کرنے کے لیے قرآنِ حکیم اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں انسان کو اپنی حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۶۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان اللہ اذھب نخوۃ	اللہ تبارک وتعالیٰ نے جاہلی نخوت
الجاھلیۃ و تکبرھا بآباءھا،	اور آباء و اجداد کے ذریعہ بڑائی کے اظہار
کلکم لآدم وحوا کطف	کو مٹا دیا ہے، تم سب آدم وحوا کی اولاد

الصاع بالصاع وان اکرمکم	ہو، تم سب ایک ہی پیمانہ سے ناپے ہوئے
عند اللہ اتقاکم فمن	ہو اور اللہ کے نزدیک معزز وہی ہے جو
اتاکم ترضون دینه و	صاحبِ تقویٰ ہو، لہٰذا اگر ایسا شخص تمہارے
امانته فزوّجوه [۵۶]	پاس نکاح کا پیغام لے کر آئے جس کے
	دین و ایمان سے تم راضی ہو تو اس سے
	نکاح کردو۔

۷۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

انسابکم هٰذه لیست	تمہارے یہ انساب کسی عیب یا
بمسبّة علی احد، کلکم	گالی کا ذریعہ نہیں ہیں۔ تم سب آدم کی
بنو آدم طفّ الصاع بالصاع	اولاد ہو ایک ہی پیمانے سے ناپے ہوئے
لم تملؤه لیس لاحد علی احد	ہو، کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں ہے
فضل الا بدین و تقویٰ [۵۷]	مگر یہ کہ اس میں دین داری اور تقویٰ ہو۔

۸۔ حضرت ابوہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لینتهینّ اقوام یفتخرون	لوگ مرے ہوئے باپ دادا پر فخر
بآبائهم الذین ماتوا انما هم	کرنے سے باز آجائیں، وہ تو جہنم کا کوئلہ
فحم من جهنم او لیکونن اهون	ہیں یا اللہ کی نگاہ میں گبریلے سے بھی حقیر
علی الله من الجعل الذی	ہیں، اللہ نے تم سے جاہلی نخوت اور
یُدَهدِهُ الخراء بانفه، ان الله	باپ دادا پر فخر کو مٹا دیا ہے۔ انسان
قد اذهب عنکم عبیة الجاهلیة	یا تو پرہیزگار مومن ہے یا بدبخت کافر، تم
وفخرها بالآباء انما هو مومن تقی او	سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے
فاجر شقی کلکم بنو آدم و آدم من تراب [۵۸]	پیدا کیے گئے ہیں۔

۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ لا فضل لعربی علی عجمی الا بالتقوی [۵۹] (کسی عربی کو غیر عربی پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ مگر تقویٰ کی وجہ سے)۔ یہی بات آپؐ نے واشگاف انداز میں آخری حج کے موقع پر لاکھوں کے مجمع میں ارشاد فرمائی کہ:

یا ایها الناس الا انّ ربکم	لوگو! خبردار رہو، تمہارا رب ایک ہے

واحد، وان اباکم واحد،	تم سب ایک باپ کی اولاد ہو، کسی
لافضل لعربی علی عجمی، ولا	عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر،
لعجمی علی عربی، ولا لاحمر علی	کسی گورے کو کسی کالے پر، کسی کالے کو
اسود، ولا لاسود علی احمر الا	کسی گورے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے
بالتقوی، الناس من آدم و	مگر یہ کہ اس میں تقویٰ ہو، تمام لوگ آدم
آدم من تراب [۲۵]	کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نسلی برتری اور کم تری اور نسبی اونچ نیچ کو مٹانے کے لیے آیا ہے، رنگ ونسل کی وجہ سے انسانوں کو مختلف خانوں میں بانٹنا اسے گوارا نہیں ہے، کسی خاندان میں پیدا ہونا برتری کی دلیل ہے اور نہ باعثِ ننگ و عار ہی ہے اور ایسا کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ اصل کے اعتبار سے تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد اور ایک ہی خاندان کے افراد ہیں۔ اگر کسی قوم میں اونچ نیچ کا تصوّر پایا گیا تو اس کا جو انجام ہوگا اسے بھی زبانِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے واضح فرمادیا ہے۔ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کلکم بنو آدم و آدم من تراب	تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم
لینتھین اقوام یفخرون	مٹی سے پیدا کیے گئے، لوگوں کو چاہیے
بآباءھم او لیکونن اھون	کہ اپنے باپ دادا پر فخر کرنے سے باز
علی اللہ من الجعلان [۲۶]	آجائیں، ورنہ اللہ کی نگاہ میں وہ نجاست
	کے کیڑوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے۔

نسلی برتری کے احساس کی وجہ سے ایک قوم دوسری قوم سے بالکل کٹ کر رہ جاتی ہے، مذہبی بنیاد پر بھی انھیں ہم رشتہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے کسی صورت میں بھی ان میں یکتائی مشکل ہوجاتی ہے اور بات یہیں جاکر نہیں رکتی بلکہ ان برتر قوموں میں بھی اسی بنیاد پر تقسیم در تقسیم کا عمل شروع ہوجاتا ہے اور وہ قوم مختلف خانوں میں بٹ کر اپنی اجتماعی طاقت کو ختم کردیتی ہے اور ملت میں گم ہونے کے بجائے خود ہی میں کھوجاتی ہے اور اس کا جو نتیجہ نکلے گا وہ محتاجِ بیان نہیں ہے، یقیناً ایسی قوم کی یہی حیثیت ہو گی کہ جو چاہے گا اسے پیروں تلے مسل دے گا،

حدیث میں اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ وہ نجاست کے کیڑوں سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائے گی۔

۱۰۔ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ عربوں میں اسلام سے پہلے کفارت نسبی کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی۔ چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں:۔

قد نسخ اللہ سبحانہ وتعالیٰ	زمانۂ جاہلیت میں عرب شرافتِ نسبی
ما کانت تحکم بہ العرب	کے قائل تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کی جگہ
فی الجاهلیة من شرف الانساب	دین داری کو معیار قرار دے کر اسے ختم کر دیا
بشرف الصلاح فی الدین فقال اِنَّ	چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک تم
اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ [۶۲]	میں زیادہ معزز وہ ہے جو صاحب تقویٰ ہو۔

بلکہ غیر عرب قوموں میں بھی طبقاتی تقسیم کا وجود پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے اور یہ چیز ان کے ذہنوں میں رچ بس کر ان کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی، اور محض کسی قانون کی بنیاد پر اسے ختم کرنا دشوار تھا، اس لیے ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ قانون کے ساتھ عملی نمونہ کے ذریعہ اس غلط تصوّر کو مٹایا جائے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زور دے کر اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کی شادی اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ سے کرائی، حالانکہ اسی سماجی اونچ نیچ کے پیش نظر وہ اور ان کے گھر والے اس رشتہ کے لیے آمادہ نہ تھے ـــ گو یہ رشتہ برقرار نہ رہ سکا اور حضرت زیدؓ کو طلاق دینا پڑا، اس کے بعد آنحضورؐ سے زینبؓ کا نکاح ہوا۔ اس کے ذریعہ زمانۂ جاہلیت کی ایک رسم بد کا خاتمہ ہوا۔ زمانۂ جاہلیت میں منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کو اسی طرح حرام سمجھا جاتا تھا جیسے کہ حقیقی بیٹے کی بیوی سے نکاح کو حرام سمجھا جاتا ہے، اس بری رسم کو ختم کرنے کے لیے طلاق کے بعد حکم خداوندی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا تاکہ مسلمانوں کے لیے اس طرح کے نکاح میں کوئی عار اور تنگی نہ رہے لِکَیْ لَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ (الاحزاب ۳۷)

اس طلاق کی وجہ نسبی ناہمواری بھی بیان کی جاتی ہے لیکن تاریخ گواہی دیتی ہے کہ حضرت زینبؓ کے بعد خاندانِ قریش کی تین عورتیں یکے بعد دیگرے حضرت زیدؓ کے نکاح میں آئیں [۶۳]

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چچا زاد بہن ضباعہ بنت زبیرؓ کا نکاح حضرت

مقداد بن اسودؓ سے کیا جن کا تعلق خاندانِ قریش سے نہ تھا اور ان کا خاندان کپڑے کی بنائی میں مشہور تھا، اس کے علاوہ وہ قیدی بھی بنائے جا چکے تھے۔ اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے زیدؓ کا نکاح زینبؓ سے اور مقدادؓ کا نکاح ضباعہؓ سے اس لیے کیا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ سب سے بڑا شرف اسلام کا شرف ہے لیعلموا ان اشرف الشرف الاسلام[۶۴]

فاطمہ بنتِ قیسؓ ایک قریشی خاتون تھیں اور حضرت معاویہؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسے لوگ انھیں شادی کا پیغام دے چکے تھے لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ وہ حضرت اسامہؓ کے رشتہ کو منظور کرلیں۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ غلام زادے ہی نہیں بلکہ کنیز زادے بھی تھے۔ اس کے ساتھ ہی بالکل کالے کلوٹے بھی تھے۔ اس لیے حضرت فاطمہؓ اس رشتہ کے لیے آمادہ نہ ہوئیں اور خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اظہارِ ناگواری کرتے ہوئے کہا میں اسامہ جیسے سے نکاح کروں، رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا تمہارے لیے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی میں بہتری ہے، یہ سن کر وہ نکاح کے لیے راضی ہو گئیں اور وہ کہتی ہیں کہ شادی کے بعد ہماری ازدواجی زندگی اس قدر کامیاب گذری کہ میں دوسری عورتوں کے لیے باعثِ رشک بن گئی[۶۵]

غور کیجئے کس قدر نسبی تفاوت ہے، کہاں حضرت فاطمہؓ اور کہاں حضرت اسامہؓ لیکن اس نسبی ناہمواری کے باوجود یہ رشتہ اتنا خوشگوار اور پائیدار رہا کہ دوسروں کے لیے قابلِ رشک بن گیا۔

ابو ہندؓ نامی صحابی قبیلہ بنو بیاضہ کے آزاد کردہ غلام تھے اور پچھنا لگانے (جسم سے فاسد خون نکالنے) کا کام کرتے تھے جو بظاہر ایک گرا ہوا کام ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ ابو ہند سے شادی بیاہ کا تعلق رکھیں انکحوا اباهند وانکحوا الیہ[۶۶] مگر نسبی ناہمواری کے تصور سے وہ لوگ اس کے لیے آمادہ نہ ہوئے تو اس موقع سے آیت "یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی" نازل ہوئی جس نے اونچ نیچ کے تصور کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری خاندان میں پیغامِ نکاح دیا جسے ان لوگوں نے یہ کہہ کر ٹھکرا دیا "عبد حبشی" (ایک کالے کلوٹے غلام سے رشتہ کریں) حضرت بلال

نے کہا مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے کر تمہارے پاس بھیجا ہے، اگر آپ نہ کہتے تو میں ہرگز نہ آتا، انھوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں بھیجا ہے تو ہم کو یہ رشتہ منظور ہے[۵۲] اس سلسلہ کی بعض روایتوں میں ہے کہ جب انھوں نے حضرت بلالؓ کے پیغام کو نامنظور کر دیا تو رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر دوبارہ بھیجا قل لہم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامرکم ان تزوجوني[۵۳] (جاؤ ان سے کہہ دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اس رشتہ کے لیے حکم دے رہے ہیں) بلکہ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے ان کے انکار پر خاصی برہمی کا اظہار فرمایا[۵۴]۔ اس طرح کا واقعہ بعض کتابوں میں حضرت صہیب رومیؓ کے متعلق بھی منقول ہے[۵۵]

ان روایتوں میں یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ کفاءت عورت یا اس کے سرپرستوں کا حق ہوتا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم انھیں نکاح کا حکم نہ دیتے اور ناپسندیدگی کے باوجود رشتہ کے لیے دباؤ نہ ڈالتے، زیادہ سے زیادہ مشورہ دینے پر اکتفا کرتے جیسا کہ حضرت بریرہؓ کے واقعہ میں ہوا کہ جب انھوں نے آزادی کے بعد "حقِ فسخ" کو اختیار کر کے اپنے شوہر سے علٰحدہ ہونا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش تم اس تعلق کو باقی رکھتیں۔ انھوں نے کہا: اللہ کے رسول کیا آپ مجھے حکم فرما رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں میں تو صرف سفارش کر رہا ہوں[۵۶]۔ کیا وجہ ہے کہ جب حضرت بریرہؓ نے اپنے حقِ آزادی کو استعمال کر کے ایک رشتہ کو توڑنا چاہا تو آپؐ نے صرف مشورہ دیا اور اس کے برخلاف متعدد صحابیات اور ان کے سرپرستوں نے اپنے حقِ کفاءت کو استعمال کر کے ایک نئے رشتہ سے انکار کیا تو آپؐ نے ناراضگی اور ناگواری کا اظہار فرمایا اور حکماً اس رشتہ کو منظور کروایا، کیا یہ واضح اشارہ نہیں ہے کہ اسلام میں ذات اور برادری کا اعتبار نہیں ہے اور اس بنیاد پر رشتۂ نکاح قائم کرنے کی بھی کوئی قانونی اور شرعی حیثیت نہیں ہے۔

صحابہ کرام کا طرزِ عمل

قرآن حکیم کے ارشادات اور نبوت کی رہنمائی میں جو جماعت اور ملت تیار ہوئی وہ پوری انسانیت کے لیے نمونہ بن گئی، اس کے افراد آسمانِ ہدایت کے تابندہ ستارے ہیں جن سے زندگی کی شبِ تاریک میں رہنمائی ملتی ہے، یہ وہ چراغِ راہ ہیں جن کی روشنی میں منزل تک پہونچنا یقینی ہے، ان کی حیثیت زندگی کے پرخطر سمندر میں سفینۂ نجات

کی ہے ۔ آئیے دیکھیں کہ وہ اس حکم میں ہماری کیا رہنمائی کرتے ہیں ؟

امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتفاق ہے کہ انبیاء کے بعد سب سے افضل ابوبکرؓ ہیں، انھوں نے اپنی بہن ام فردہ کا نکاح قبیلۂ کندہ کے ایک شخص اشعث بن قیس سے کیا۔ یہ قبیلہ کپڑا بننے میں بڑا مشہور تھا، حضرت علیؓ انھیں "حائک بن حائک" کہا کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود ان کا رشتہ صدیق اکبر کی بہن سے ہوا۔[۲۷] ایسے ہی ان کی دوسری بہن قریبہ کا نکاح قیس بن سعد بن عبادہ انصاری سے ہوا۔[۳۷]

یہ پہلے خلیفۂ رسولؐ کا اسوہ تھا۔ دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ :

لا ابالی ای المسلمین	میں شادی بیاہ میں اس بات کی پروا
انکحت وایھن نکحت[۷۴]	نہیں کرتا کہ کس مسلمان کو میں نے اپنی لڑکی
	نکاح میں دی اور کس لڑکی سے نکاح کیا۔

چوتھے خلیفہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کفاءت سے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا:

الناس اکفاء بعضھم ببعض	تمام لوگ، عربی، عجمی، قریشی، ہاشمی
عربیھم، عجمیھم وقرشیھم	سب ایک دوسرے کے برابر ہیں جب
وھاشمیھم اذا اسلموا وآمنوا[۷۵]	وہ اسلام اور ایمان لے آئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تفقہ اور اجتہاد میں امتیازی شان کے حامل ہیں۔ شریعت کی روح اور مقصد پر نگاہ رکھنے والے صحابہ کرام میں ان کا شمار ہوتا ہے، ان ہی کے فقہ و اجتہاد کے بحرِ ناپیدا کنار سے فقہِ حنفی کا آفتابِ عالمتاب طلوع ہوا، وہ اپنی بہن کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

انشدک باللہ ان لاتتزوجی	میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کسی
الا مسلما وان کان احمر رومیا،	مسلمان ہی سے نکاح کرنا چاہے وہ روم
او حبشیا۔[۷۶]	کا سرخ وسپید ہو یا کالا کلوٹا حبشی۔

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بھتیجی ہند بنت الولید — جو خاندانِ قریش سے تعلق رکھتی تھیں اور اول ہجرت کرنے والوں میں شامل تھیں — کی شادی ایک انصاریہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم سے کی۔ اسے امام بخاری اور نسائی نے نقل کیا ہے۔ محدث رزین نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ قریش نے ان کے اس طرزِ عمل پر

اعتراض کیا اور کہا کہ بھتیجی کی شادی غلام سے کردی، انھوں نے کہا میں تو بس اتنا جانتا ہوں سالم میری برادر زادی سے بہتر ہے[۸۷]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح حضرت بلال حبشیؓ سے کیا[۸۸] واضح رہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا تعلق خاندانِ قریش سے ہے، جبکہ حضرت بلال آزاد کردہ غلام اور حبشی ہیں۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے ایک عرب قبیلہ کندہ میں نکاح کیا[۸۹] اور حضرت ابوبکرؓ کی صاحب زادی سے نکاح کا پیغام دیا جسے انھوں نے منظور کرلیا تھا، حضرت عمرؓ کی صاحبزادی سے بھی رشتہ مانگا جسے انھوں نے کسی وجہ سے ٹال دیا لیکن بعد میں پیشکش کی کہ وہ اس رشتہ کے لیے آمادہ ہیں، مگر حضرت سلمان نے انکار کردیا[۹۰] اس کے علاوہ اور بہت سے واقعات ہیں، لیکن اختصار کے پیش نظر اتنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

یہ چند ایسی ہستیوں کا تذکرہ ہے جو صحابہ کرام میں خصوصی اہمیت اور فضیلت کے حامل تھے، شریعت کے رمز شناس، سنتِ نبوی کے ماہر شناور تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا حکم دیا ہے[۹۱] کیا ان حضرات کو معلوم نہیں تھا کہ غیر کفو میں نکاح ناپائیدار ہوتا ہے؟ ان کی بیٹی اور بہن ایک کم تر اور غیر عرب کی ماتحتی میں تنگ و عار محسوس کرے گی؟ کیا انھیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد معلوم نہیں تھا کہ "اپنے نطفہ کے لیے بہترین رشتہ کا انتخاب کرو اور کفو ہی میں شادی بیاہ کا معاملہ رکھو" اور یہ کہ "کفو میں شادی کرو نیز عرب اور غیر عرب آپس میں کفو نہیں ہیں"۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے شیفتگی اور فدائیت کی حد تک تعلق رکھنے والوں نے اس حکمیہ جملے کے خلاف عمل کیا؟ اور کیا بات ہے کہ حضرت عمرؓ یہ کہنے کے باوجود کہ غیر کفو میں نکاح کرنے سے میں روک لگادوں گا ایک غیر عرب سے اپنی بہن کا رشتہ کرنے کا پختہ عزم کرلیتے ہیں[۹۲] اور حضرت سلمان فارسیؓ یہ اقرار کرنے کے بعد کہ ہم عربوں میں نکاح نہیں کرسکتے ہیں، ایک عرب قبیلہ میں شادی کرتے ہیں بلکہ دو قدم آگے بڑھ کر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی صاحب زادیوں سے نکاح کا پیغام دیتے ہیں۔

قائلین کے دلائل کا جائزہ

واقعہ یہ ہے کہ نسب میں کفارت سے متعلق کوئی صریح آیت یا صحیح حدیث موجود نہیں ہے، چنانچہ کفارتِ نسبی کے ثبوت میں پیش کردہ آیتِ قرآنی میں وارد لفظ "معروف" عام ہے اور اس سے مراد شرعی اصول وضابطہ ہیں، یعنی طلاق اور عدت گذر جانے کے بعد شرعی دائرے میں رہتے ہوئے، اصول وضابطہ کے مطابق میاں بیوی ٹوٹے ہوئے رشتہ کو پھر سے جوڑنا چاہیں تو ان کے سرپرستوں کو روکنا نہیں چاہیے۔ لیکن نسبی کفارت کا نکاح کے شرعی اصول وضوابط میں شامل ہونا محتاجِ دلیل ہے۔ البتہ دینی کفارت کو اس میں شامل کرسکتے ہیں، اور کفارت سے ابن العربی کی مراد یہی کفارت ہے، کیونکہ اس پر تمام فقہاء کا اجماع اور اتفاق ہے۔ اگر اس کے علاوہ نسب وغیرہ کو بھی مراد لیا جائے تو پھر ان کا دعویٰ اجماع غلط ہوجائے گا۔

اس سلسلہ میں پیش کردہ احادیث میں سے پہلی حدیث کی صحت پر کوئی کلام نہیں ہے، لیکن مسئلہ کفارت سے اس کا کوئی ربط نہیں ہے چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں لکن فی الاحتجاج بہ لذالک نظر[۵۳] نیز اس حدیث کی رو سے قریش کے دیگر قبائل کو بنی ہاشم کا کفو نہ ہونا چاہیے، حالانکہ ائمہ حنفیہ وغیرہ اس کے قائل نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ، دوسری اور تیسری حدیث کی صحت کو کسی درجہ میں تسلیم کرلیا جائے تو بھی وہ کفارتِ نسبی وغیرہ کے سلسلہ میں صریح نہیں ہے، بلکہ حدیث پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں تو ایک طرح سے نسبی کفارت وغیرہ کی نفی کی گئی ہے کہ کسی غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے کوئی مناسب رشتہ مل جائے تو پھر دیگر پہلوؤں پر غور وفکر میں تاخیر نہیں ہونی چاہیے بلکہ فوراً رشتہ منظور کرلینا چاہیے۔ نیز حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مناسبت کا خیال مرد اور عورت دونوں میں ملحوظ رکھنا چاہیے، جیسا کہ تیسری حدیث میں اس کی صراحت ہے، لہٰذا ان احادیث سے کفارتِ نسبی مراد ہے تو اس کی رعایت مرد کی طرف سے بھی ہونی چاہیے اور اگر کوئی لڑکا غیر کفو میں نکاح کرلیتا ہے تو اس کے سرپرست کو نکاح فسخ کردینے کا اختیار ہونا چاہیے، کیونکہ جس طرح سے لڑکی کا غیر کفو میں نکاح کرلینا سرپرستوں کے لیے باعثِ ننگ وعار

ہے اسی طرح سے لڑکا بھی غیر خاندان میں نکاح کرلے تو اونچی ناک والوں کی ناک کٹ جاتی ہے اور لڑکے کا یہ فعل سماج اور معاشرہ میں سرپرستوں کے لیے باعثِ رسوائی ہوتا ہے بلکہ لوگ دو تین پشتوں تک ایسے خاندان میں رشتہ کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے ہیں اور باپ کے کیے ہوئے اس جرم کی سزا اس کے بچوں تک کو بھگتنی پڑتی ہے۔ حالانکہ قائلینِ کفاءت میں سے بیشتر فقہاء کفاءت کا اعتبار صرف عورت کی طرف سے کرتے ہیں ۔ یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حدیث میں دینی اور اخلاقی مناسبت اور کفاءت مراد ہے جس کی ترغیب دوسری صحیح حدیثوں میں موجود ہے۔

ان کے سوا بقیہ احادیث پایۂ صحت کو نہیں پہونچتی ہیں، ان پر محدثین نے جو کلام کیا ہے اس کا ذکر آچکا ہے، اس لیے ان روایات سے استدلال درست نہیں ہے۔

جہاں تک حضرت عمرؓ کے اثر کا تعلق ہے تو اس پر بھی کلام کیا گیا ہے، لیکن صحیح بھی ہو تو اس سے نسبی کفاءت پر استدلال درست نہیں ہے کیونکہ گرچہ حسب، نسب کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے تاہم مالداری کے معنی میں بھی آتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ میں کھاتے پیتے گھرانے کی لڑکیوں کو ایسے ہی خاندان میں نکاح کی اجازت دوں گا، مکمّل روایت دیکھنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے، چنانچہ امام زہری سے منقول روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

إنّ عمر بن الخطاب قال على المنبر والذى نفسى بيده لامنعنّ فروج ذوات الأحساب الّامن ذوى الأحساب فانّ الأعراب اذا كان الجدب فلانكاح لهم ۸۴	حضرت عمرؓ نے برسرِ منبر کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں حسب والی عورتوں کو صاحبِ حسب مردوں ہی سے نکاح کی اجازت دوں گا، کیونکہ خشک سالی کے موقع پر اعراب کے درمیان رشتۂ نکاح باقی نہیں رہتا ہے۔

حبیب بن ثابت سے بھی روایت کا آخری ٹکڑا منقول ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں

انّ عمر قال اذا كانت	حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ قحط کے موقع

السنۃ قلیس لاھل البادیۃ نکاح[۵۵] پر بدویوں کا نکاح باقی نہیں رہ جاتا ہے

معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کی ممانعت کی وجہ نسبی ناہمواری نہیں ہے، بلکہ اس کی وجہ بدویوں کا عورتوں کے ساتھ غیر ذمہ دارانہ سلوک ہے کہ وہ مصیبت کے موقع پر ایک دوسرے کے دکھ میں شرکت کے بجائے صرف اپنی فکر کرنے لگتے ہیں، اور ایسا لگتا ہے کہ عورتوں سے ان کا کوئی رشتہ ناطہ نہیں ہے، بلکہ ایسے موقع پر وہ ازدواجی بندھن کو توڑنے سے بھی گریز نہیں کرتے ـــ نیز اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے عہد میں اس طرح کی شادیوں کا رواج تھا، البتہ مذکور علت کی بنیاد پر وہ اسے خلافِ مصلحت سمجھتے تھے۔

رہا حضرت سلمان فارسیؓ کا واقعہ تو وہ تواضع وانکسار پر مبنی ہے، کیونکہ حقیقی مفہوم لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ کسی عرب کی موجودگی میں غیر عرب نماز کی امامت کے لیے بھی آگے نہیں بڑھ سکتا ہے اور نماز کی امامت میں بھی نسبی کفارت کا خیال رکھا جائے، حالانکہ کوئی اس حد تک جانے کے لیے تیار نہیں ہے، علاوہ ازیں خود حضرت سلمانؓ کا طرزِ عمل اس کے خلاف ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

قائلینِ کفارت کی طرف سے پیش کردہ معاشرتی اور ازدواجی مصلحت بھی محلِّ نظر ہے کیونکہ شریف اور خسیس کی تقسیم ہی نادرست ہے، اور نسب کی بنیاد پر فخر کرنا، دوسرے کو کمتر سمجھنا، اس کی ماتحتی کو باعثِ ننگ وعار خیال کرنا ایک غیر اسلامی تصوّر ہے۔ یہ کمزوری لوگوں میں پائی جاتی ہو تو اسے آہستہ آہستہ ختم کرنا چاہیے نہ کہ عرف ورواج کے نام پر اسے باقی رکھا جائے اور مستقل حیثیت دے دی جائے کہ شریعت میں اسی مصلحت کا اعتبار کیا گیا ہے جو اس کے مزاج ومذاق سے متصادم نہ ہو، اگر لوگ غیر شرعی باتوں کے خوگر ہو جائیں اور اس کی وجہ سے طبیعت کسی چیز کو گوارا نہ کرے تو اس کا اعتبار نہیں ہے، چنانچہ امام ابو اسحاق شاطبی لکھتے ہیں :۔

المراد بالمصالح والمفاسد ما کانت کذالك فی نظر الشرع لا ما کان ملائما او متنافرا للطبع[۵۶]	مصالح اور مفاسد سے مراد وہ مصالح ومفاسد ہیں جو شریعت کی نظر میں معتبر ہوں، وہ نہیں جو طبیعت کے موافق یا مخالف ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ برادری میں کفاءت سے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی صراحت موجود نہیں ہے، اس سے متعلق جو احادیث ذکر کی جاتی ہیں وہ حد درجہ ضعیف ہیں، چنانچہ مشہور محدث، حافظِ حدیث، علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

لم یثبت فی اعتبار الکفاءۃ بالنسب حدیث[۸۸]
نسبی کفاءت سے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔

اور نہ صحابہ کی زندگیوں میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے بلکہ اس کے برخلاف بہت سی نظیریں ایسی ملتی ہیں جن کی رو سے نسبی کفاءت وغیرہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہاء نسب وغیرہ میں کفاءت کے قائل نہیں ہیں، انھوں نے صرف دین کا اعتبار کیا ہے۔ بعض فقہاء سے متعدد رائیں منقول ہیں، جیسا کہ گذر چکا ہے امام مالکؒ صرف دین میں کفاءت کا اعتبار کرتے ہیں اور امام شافعیؒ سے بھی ایک روایت اسی کے مطابق منقول ہے، جسے ان کے مایہ ناز شاگرد بویطیؒ نے نقل کیا ہے، اور ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ سے کسی نے اس مسئلہ سے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں عرب ہوں مجھ سے اس کے متعلق نہ پوچھو (انا عربی لا تسألنی عن ھذا)[۸۸] اور امام احمدؒ سے بھی ایک روایت امام مالکؒ کے مطابق منقول ہے جیسا کہ گذر چکا ہے۔

فقہاء حنفیہ میں امام کرخیؒ اور ابوبکر جصاصؒ کے یہاں بھی نسب میں کفاءت کا اعتبار نہیں ہے اور علامہ نوح آفندیؒ نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سے کوئی روایت نسب میں کفاءت کے غیر معتبر ہونے کی نہ ہوتی تو یہ دونوں بزرگ عدم کفاءت کے قائل ہرگز نہ ہوتے، گویا کہ امام ابوحنیفہؒ سے بھی ایک روایت نسبی کفاءت کے غیر معتبر ہونے کی ہے، بلکہ امام سرخسیؒ نے صراحتًا لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے نسبی کفاءت کا اعتبار بطورِ تواضع وانکسار کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ امام سفیان ثوریؒ نسبی کفاءت کے قائل نہیں ہیں اور امام ابوحنیفہؒ اس کا اعتبار کرتے ہیں، بعض لوگوں نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ سفیان ثوریؒ عرب تھے اس لیے بطورِ تواضع انھوں نے غیر عرب کو اپنا کفو سمجھا اور امام ابوحنیفہؒ عرب نہیں تھے اس لیے بطورِ تواضع انھوں نے خود کو عرب کا کفو نہیں سمجھا۔[۸۹]

واضح رہے کہ نسبی کفاءت کی پوری بحث عربوں سے متعلق ہے، غیر عرب میں نسبی کفاءت کا اعتبار نہیں ہے، چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:۔

والحاصل ان النسب المعتبر هنا خاص بالعرب واما العجم فلا یعتبر فی حقّھم ۹۰	حاصل یہ ہے کہ جس نسب کا نکاح میں اعتبار کیا گیا ہے وہ عرب کے ساتھ خاص ہے اور غیر عرب میں نسب کا اعتبار نہیں ہے۔

عرب اور غیر عرب میں فرق کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان کا نسب نامہ محفوظ ہے اور غیر عرب کا نسب نامہ محفوظ نہیں ہے (فقد ضیّعوا انسابھم)[۹۱]

اور عرب سے مراد وہ لوگ ہیں جو نسلی اور نسبی اعتبار سے کسی عرب قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں خواہ وہ عرب ممالک کے باشندے ہوں یا عجم کے کسی دور دراز علاقے میں بستے ہوں، زبان عربی ہو یا عجمی، لیکن ان کا تعلق کسی قدیم عرب قبیلہ سے نہ ہو تو گرچہ عرب ملک میں رہتے ہوں اور زبان عربی ہو تو بھی وہ عرب شمار نہ ہوں گے[۹۲]

اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ بیشتر عرب ممالک عجم میں شامل ہیں اور خالص عرب ملکوں میں وہاں کے رہنے والے عربوں میں سے زیادہ تر کا نسب نامہ محفوظ نہیں ہے، زیادہ تر جعلی نسب ناموں کا رواج ہے، اور فقہاء کے بیان کے مطابق عجمیوں نے اپنا نسب نامہ ضائع کر دیا ہے اور جو قومیں ہندوستان وغیرہ میں خود کو برتر خیال کرتی ہیں ان کے پاس کوئی نسبی شرافت نامہ موجود نہیں ہے بلکہ شرافت و رذالت کا معیار خیالی اور وہمی ہے، اس لیے جو فقہاء نسب میں کفارت کے قائل ہیں ان کے نقطۂ نظر کے مطابق بھی اب نسبی کفارت کا اعتبار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس کی بنیاد ہی اب موجود نہیں ہے، بلکہ یہ ایک بھولی بسری بات ہے جو فقہی کتابوں میں قصۂ پارینہ کی حیثیت سے محفوظ رہ گئی ہے اور اب ان واقعات کو چھیڑ کر مسلمانوں میں ذات پات کی کشمکش کو ہوا دینا کوئی اچھی خدمت نہ ہوگی۔ (باقی)

حواشی

۱ے مسند احمد، سنن نسائی و ابوداؤد (دیکھئے بلوغ المرام ۲۴۶/۹)

۲ے سنن ترمذی ۱۲۸/۱، حدیث حسن ہے دیکھئے ارواء الغلیل ۲۶۶/۶، مصنّف عبدالرزاق میں ہے کہ جس کے دین و اخلاق سے تم راضی ہو اس سے رشتہ کر لو چاہے وہ کوئی بھی ہو (کائنا من کان) ۱۵۳/۶

۳؎ سنن ابن ماجہ، بزار، بیہقی (دیکھئے نیل الاوطار ۶/۱۰۶)
۴؎ صحیح بخاری ومسلم وغیرہ (دیکھئے سبل السلام ۳/۱۱۱)
۵؎ ای وقع لک ذالک ان لم تفعل رجحہ ابن العربی (نیل الاوطار ۶/۱۰۶)
۶؎ سنن ابن ماجہ ۱/۳۱۲، قال الالبانی الحدیث صحیح۔
۷؎ شرح السنۃ ۹/۹، فتح الباری ۹/۱۳۲، المغنی ۶/۴۸۰، بدایۃ المجتہد ۲/۲۶
۸؎ المحلی ۱۰/۲۴
۹؎ ۱۰؎ الہدایۃ ۲/۳۰۰
۱۱؎ البحر الرائق ۲/۱۳۲
۱۲؎ ردالمحتار ۴/۳۱۳
۱۳؎ روضۃ الطالبین ۷/۸۱
۱۴؎ المغنی ۶/۴۸۶
۱۵؎ البدائع ۲/۳۱۹
۱۶؎ شرح السنۃ ۹/۹، فتح الباری ۹/۱۳۲۔ المغنی ۶/۴۸
۱۷؎ فتح الباری ۹/۱۳۳، شرح مہذب ۱۶/۱۸۴
۱۸؎ المغنی ۶/۱۸
۱۹؎ المبسوط ۵/۲۴، ردالمحتار ۴/۲۰۹، علامہ نوح آفندی نے لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ سے کوئی روایت نہ ہوتی تو یہ دونوں بزرگ نسب میں عدم کفاءت کے قائل ہرگز نہ ہوتے۔ حوالہ مذکور
۲۰؎ المحلی ۱۰/۲۴
۲۱؎ احکام القرآن ۱/۲۰۱
۲۲؎ مسلم شریف ۲/۲۴۵
۲۳؎ قوسین کا جملہ حضرت تھانوی کے رسالہ "وصل السبب" سے لیا گیا ہے۔ دیکھئے نہایات الارب ۳۲/
۲۴؎ ترمذی ۱/۱۲۷ ابواب الجنائز، باب ماجاء فی تعجیل الجنازہ ۲۵؎ حوالہ مذکور
۲۶؎ الفتح الربانی ۷/۹۹
۲۷؎ اعلاء السنن ۱۱/۷۵، واضح رہے کہ امام حاکم نے سعید بن عبداللہ کی جگہ سعید بن عبدالرحمٰن لکھا ہے اور اسی بنیاد پر حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ یہ حاکم کی فاش غلطی ہے۔ (دیکھئے فیض القدیر ۳/۳۱۰)

۲۸ه الدرایۃ ۲/۶۳

۲۹ه اعلاء السنن ۱۱/۷۵

۳۰ه المقاصد الحسنۃ /۱۵۵

۳۱ه فتح القدیر ۳/۱۸۶

۳۲ه اعلاء السنن ۱۱/۷۵

۳۳ه المجموع ۱۶/۱۸۳

۳۴ه دیکھئے تعلیق الالبانی علی ابن ماجہ ۱/۳۳۳

۳۵ه العلل المتناہیہ ۲/۲۶-۱۲۲

۳۶ه دارقطنی /۳۹۲ ، بیہقی ۷/۱۳۳، مسند ابویعلی ۲/۴۱۳

۳۷ه دیکھئے الضعفاء للعقیلی /۲۲۶، اللآلی المصنوعہ ۲/۱۶۵ ، نصب الرایہ ۳/۱۹۶

۳۸ه الدرایہ ۲/۶۲

۳۹ه کشف الاستار عن زوائد البزار ۲/۱۶۰

۴۰ه نصب الرایہ ۳/۱۹۸ ، نیل الاوطار ۶/۱۲۹

۴۱ه معرفۃ السنن ۱۰/۶۴ ، السنن الکبری ۷/۱۳۳ ، مصنف عبدالرزاق ۶/۱۵۲، ابن ابی شیبہ ۴/۴۱۸ ، دارقطنی /۴۱۵

۴۲ه ارواء الغلیل ۶/۲۶۵

۴۳ه احمد، ترمذی وصححہ، وحاکم (نیل الاوطار ۶/۱۲۹)

۴۴ه فتح الباری ۹/۱۳۵

۴۵ه الفتح الربانی ۱۵/۱۶۴ ، نیل الاوطار ۶/۱۲۹

۴۶ه اقتضاء صراط المستقیم لابن تیمیہ /۱۵۸

۴۷ه مصنف ابن ابی شیبہ ۴/۴۱۹ ، عبدالرزاق ۶/۱۵۴ ، السنن الکبریٰ ۷/۱۳۴

۴۸ه دیکھئے المبسوط ۵/۲۳ ، البدائع ۲/۳۱۵

۴۹ه فتح الباری ۹/۱۳۵

۵۰ه الہدایۃ ۲/۳۰۰ ، واضح رہے کہ اس طرح کی عبارتیں بعد کے فقہاء کے یہاں ملتی ہیں، ائمہ مذاہب یعنی امام ابوحنیفہ اور ان کے رفقاء اور امام شافعی وغیرہ کے یہاں اس طرح کی کوئی بات نہیں ملتی، اس سے

اندازہ ہوتا ہے کہ نسلی برتری اور تفوق کا تصور بہت بعد کی پیداوار ہے ۔ ائمہ نے اگر کفارت کا اعتبار کیا ہے تو وہ مماثلت اور یکسانیت کے معنی میں مگر بعد کے لوگوں نے برتر اور کم تر کے تصور کو اس طرح اس سے جوڑ دیا ہے کہ اسے الگ کرنا دشوار ہے۔

۵۱ه المغنی ۶/۴۸۴

۵۲ه روضۃ الطالبین ۷/۸۷

۵۳ه رواہ ابوداؤد فی المراسیل وسکت عنہ (اعلاء السنن ۱۱/۷۷) نیز معرفۃ السنن ۱۰/۶۶، الدر المنثور ۷/۵۷۹

۵۴ه السنن الکبریٰ ۷/۱۳۶

۵۵ه الجامع لاحکام القرآن ۷ا/۱۸۷، اس سلسلہ میں مزید تفصیل ذیل مذاہب دیکھئے۔

۵۶ه اخرجہ البیہقی عن ابی امامہ، الدر المنثور ۷/۵۷۹

۵۷ه مشکوٰۃ ۳/۱۳۷۵، بحوالہ احمد وبیہقی۔ حدیث صحیح ہے، دیکھئے تعلیق الالبانی علی المشکوٰۃ

۵۸ه حوالہ مذکور ۳/۱۳۷۳، بحوالہ ترمذی وابوداؤد، البانی نے کہا کہ حدیث حسن ہے۔

۵۹ه رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد ۳/۳۶۶)

۶۰ه اخرجہ ابن مردویہ والبیہقی عن جابر، الدر المنثور ۷/۵۷۹

۶۱ه کشف الاستار ۲/۲۳۴، حدیث ۲۰۴۳ قال الہیثمی فیہ الحسن بن الحسین وہو ضعیف، مجمع الزوائد ۸/۸۶

۶۲ه عمدۃ القاری ۹/۳۷۷

۶۳ه الاصابہ ۱/۵۶۴

۶۴ه سنن سعید بن منصور ۱/۱۴۶، مصنف عبدالرزاق ۶/۱۵۳ اور سنن کبریٰ ۷/۱۳۷ کے الفاظ یہ ہیں
لیکون اشرفکم عند اللہ احسنکم اخلاقاً

۶۵ه صحیح مسلم ۱/۴۸۴

۶۶ه رواہ ابوداؤد وقال الحافظ فی التلخیص اسنادہ حسن وفی بلوغ المرام اسنادہ جید (دیکھئے عون المعبود ۶/۱۳۱، سبل السلام ۲/۱۳۰)

۶۷ه رواہ ابوداؤد فی المراسیل وسکت عنہ (اعلاء السنن ۱۱/۷۷)

۶۸ه الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۲۳۱

۶۹ه الجامع لاحکام القرآن ۱۶/۳۴۷

۷۰ه دیکھئے سنن سعید بن منصور ۱/۱۴۷

۷۱ه اخرجہ البخاری وابوداؤد وغیرہما (الارواء ۶/۲۷۷)
۷۲ه دیکھئے المعجم الکبیر للطبرانی ۱/۲۰۸، اسنادہ صحیح، نیز مجمع الزوائد ۹/۴۱۵
۷۳ه التجرید للذہبی ۲/۳۱۴
۷۴ه مصنف عبدالرزاق ۶/۱۵۲ وابن ابی شیبہ ۴/۲۱۸
۷۵ه فقہ السنۃ ۲/۱۴۵
۷۶ه المغنی ۶/۴۸۰
۷۷ه جامع الاصول ۱۱/۴۶۶
۷۸ه معرفۃ السنن والآثار ۹/۶۶، المجموع ۱۶/۱۸۶
۷۹ه مصنف عبدالرزاق ۶/۱۵۳، سنن سعید بن منصور /۱۴۶
۸۰ه الجامع لاحکام القرآن ۱۶/ ۳۴۷، عمدۃ القاری ۲۰/۸۶، سبل السلام ۲/۱۳۰
۸۱ه چنانچہ حدیث میں ہے اقتدوا بالذین بعدی ابابکر وعمر (میرے بعد ابوبکر وعمر کے نقش قدم پرچلو)
۸۲ه عمدۃ القاری ۲۰/۸۶
۸۳ه فتح الباری ۹/۱۳۳
۸۴ه مصنف عبدالرزاق ۶/۱۵۴
۸۵ه حوالہ مذکور ۶/۱۵۷
۸۶ه الموافقات
۸۷ه فتح الباری ۹/۱۳۳
۸۸ه حوالہ مذکور
۸۹ه المبسوط ۵/۲۲، الکفایۃ ۳/۱۸۸
۹۰ه البحرالرائق ۳/۱۳۱
۹۱ه العنایۃ ۳/۱۹۱
۹۲ه ردالمحتار ۲/۲۱۱